خطبات متعلق کارنامۂ حسینی و مجاہدۂ کربلا

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

شب شہادت

یہ تقریر شب دہم محرم ۶۲ ۱۳ھ آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر ہوئی

رات اندھیری ہوتی ہے مگر انسانیت کی آنکھوں میں جیسا اندھیر دسویں محرم کی رات تھا ویسا کبھی نہیں ہوا، جب کربلا میں نام کے مسلمان پیغمبر اسلام کا گھر اُجاڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

شاید کوئی میری لفظوں کا مذاق اُڑائے یہ سوچ کر کہ ۷۲ بھوکوں پیاسوں سے ۳۰ ہزار کی فوج کو لڑنے کے لئے تیاری کی کیا ضرورت ہے؟ مگر نہیں ایسا نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اس سے پہلے جب کوفہ کے لوگوں کے خطوط حضرت امام حسینؑ کے پاس بہت پہنچے اور اصرار حد سے بڑھا تو آپ نے اپنے چچازاد بھائی کو جن کا نام مسلم تھا اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ بھیج دیا تھا جن کے مقابلہ کے لئے یزید نے ابن زیاد کو خاص طور پر کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اس واقعہ کی تفصیل منظور نہیں ہے مگر تاریخ کا یہ واقعہ یادگار ہے کہ جس وقت ایک اکیلے مسلم کی گرفتاری کے لئے ابن زیاد نے تھوڑی سی فوج بھیجی تو پہلی دفعہ اس فوج نے شکست کھائی اور محمد بن اشعث نے جو اس فوج کا افسر تھا ابن زیاد کے پاس کمک کی درخواست بھیجی۔ اس پر ابن زیاد نے تمسخر کے لہجہ میں کہلوایا کہ ایک آدمی کے مقابلہ میں اتنے لوگ کافی نہیں ہوئے جو اور مدد مانگی ہے۔ ابن اشعث نے جواب دیا کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ نے مجھے کوفہ کے کسی بنیے یا کبڑیے کو گرفتار کرنے بھیجا ہے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بنی ہاشم کی کھنچی ہوئی تلواروں میں سے ایک ہے پھر جب ایک اکیلے مسلم نے کوفہ میں اپنی خاندانی شجاعت کا لوہا منوا دیا تو کربلا میں دسویں محرم کو تو بنی ہاشم کے کم از کم سترہ اٹھارہ شیر موجود تھے جن میں سے کچھ بچے سہی مگر عباسؑ اور علی اکبرؑ ایسے جوان بھی تھے اور خود رسولؐ کی شجاعت کے ورثہ دار حسینؑ موجود تھے اور ان کے ساتھ سو ڈیڑھ سو عرب کے مجاہد جن میں سے بہت سوں کی میدان داری اسلام کی تاریخ میں نمایاں تھی ان کے مقابلہ کو فوج شام کوئی بالکل آسان بات نہیں سمجھ سکتی تھی اور کوئی کمزوری ان کی طرف نہ ہوتی تو ضمیر کی کمزوری اور ایمان ویقین سے محرومی ہی بڑی کمزوری تھی جو دل کے ساتھ قدم کو بھی ڈگمگانے کے لئے کافی تھی اور اس کا اثر دیکھا جا چکا تھا مدینہ میں بھی جب ولید بن عقبہ یزید کے اس حکم کی تعمیل سے قاصر رہا کہ حسینؑ سے بیعت لے یا ان کا سر قلم کر کے شام کی طرف بھیجے۔ اور مکہ میں جب کہ عمرو بن سعید بن العاص کی حکومت حسینؑ کو اپنے تئیں گرفتاری کے خطرہ سے بچا کر نکالنے سے نہ روک سکی اور کوفہ میں بھی جب کہ نعمان بن بشیر نے امام حسینؑ کے نمائندے مسلم بن عقیل کو اٹھارہ ہزار کوفیوں سے بیعت

لینے کے لئے آزاد رکھا اور پہلے ہی دن گرفتار نہیں کیا۔ یہ شاعری نہیں بلکہ تاریخی حقیقت ہے کہ یزید کو حسینؑ کے مقابلہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے آدمی نہ ملتے تھے تو ان پر اطمینان مشکل معلوم ہوتا تھا۔

آج بھی ہر دھرم کا آدمی اس کا اندازہ کر سکتا ہے کہ اگر کوئی گورنمنٹ ان کے کسی معبد کو گرانا کسی مقصد سے ضروری سمجھتی ہو تو کیا اسی مذہب کے لوگ اس کے لئے آسانی سے تیار ہو سکتے ہیں؟ کیا مسجد کو ڈھانے کے لئے مسلمانوں پر اور مندر گرانے کے لئے ہندوؤں پر بھروسا کیا جاسکے گا؟ پھر چہ جائیکہ رسولؐ کا پیارا نواسا اور مسلمانوں کی تلواریں اس کا خون بہائیں؟

خود عمر سعد کا دل حسینؑ کی جنگ سے لرزتا تھا اور اگر شمر نویں محرم کو ابن زیاد کا عتاب نامہ لے کر نہ آجاتا اور عمر سعد کو یقینی طور پر اپنے منصب اور عزت بلکہ جان و مال کا بھی خطرہ محسوس نہ ہوتا تو وہ اب بھی حضرت امام حسینؑ سے مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوتا۔ اس کی فوج میں ہزاروں آدمی ایسے تھے جو فقط روپیہ پیسہ کی لالچ سے ہی اس بڑے اقدام کے لئے تیار ہوئے تھے مگر وہ حسینؑ کی عظمت اور صداقت کو اس طرح محسوس کر رہے تھے جیسے ہم دوپہر کو سورج کی روشنی محسوس کرتے ہیں یقیناً اس بڑے تاریخی اقدام کے لئے اس فوج کو بڑی تیاری کی ضرورت تھی۔ ادھر حضرت امام حسینؑ اپنے مقصد کی تکمیل کی تیاریاں کر رہے تھے اور تیاری کرنا نہ ہوتی تو اس ایک رات کی مہلت مانگ کر لی نہ ہوتی۔ مگر اس تیاری کی نوعیت الگ تھی کوئی تاریخ نہیں بتلاتی کہ اس شب کو حضرت امام حسینؑ نے کچھ ہتھیار فراہم کئے ہوں، لڑائی کے موقع کے لئے کمینگاہ تلاش کی ہو یا جنگ کا نقشہ مرتب کر کے اپنے ساتھیوں کو مقابلہ کی ترکیبیں بتائی ہوں اور کچھ ہدایات کئے ہوں۔ ہرگز نہیں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ آپ نے اپنے بعد کے لئے پسماندگان کو کچھ وصیتیں کی ہوں۔ اپنے اہل حرم کو ان آئندہ کے امتحانات کے واسطے تیار کیا ہو جو آپ کے بعد انھیں برداشت کرنا ہوں گے ایسا بھی نہیں۔

پھر آخر آپ نے یہ رات کی مہلت مانگ کر کیوں حاصل کی؟ اس کا ایک جواب تو وہ ہے جو آپ نے خود فرمایا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے خالق کی عبادت ایک رات اور کرلوں۔ اور ایسا ہوا بھی کہ رات کا بڑا حصہ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے تسبیح وتہلیل اور عبادت میں صرف کیا اور اس رات کے سناٹے میں ان مجاہدین کی تلاوت قرآن اور مناجات کی آوازیں گونج رہی تھی جیسے مماکھی کے چھتے سے آواز آتی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے اس رات کو جو کام انجام دیئے ان کی فہرست یہ ہے:

(پہلے) اپنی زندگی تک خواتین کے پردہ کا تحفظ۔ آپ کو اپنے مقابل جماعت کے اسلام اور شرافت کی حقیقت معلوم تھی۔ وہ جانتے تھے کہ یہ ایسے پست فطرت ہیں کہ انھیں قوم عرب کی حمیت وغیرت کے عام اصول کا بھی کوئی پاس نہ ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اثنائے مقابلہ میں یہ لوگ پشت کی طرف سے خیموں پر حملہ کردیں اس خیال سے آپ نے ایک گہری خندق خیموں کی پشت پر کھدوا دی اور اس میں آگ روشن کرادی تاکہ مقابلہ ایک ہی طرف سے ہو اور گھر جانے کا بھی اندیشہ نہ ہو اور خیموں پر حملہ کا بھی خطرہ دور ہو۔

(دوسری) بات یہ تھی کہ آپ نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا اور موقع کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ خیال کرسکتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کوئی جوش دلانے والی تقریر کریں گے اور اپنے ساتھیوں کو کل کے مقابلہ میں ثابت قدم

رہنے کی تلقین کریں گے یا اس جنگی کونسل میں کل کی جنگ کے لئے کچھ تجاویز پر غور کریں گے اور سپاہیوں سے مشورہ لیں گے مگر نہیں ایسا نہیں ہوا۔ میں اپنی ایک ریڈیو کی تقریر میں جو ''اصحاب حسینؑ'' کے عنوان سے دو برس پہلے براڈ کاسٹ ہوئی تھی اس واقعہ کا ذکر کر چکا ہوں۔ اس وقت ملک کے گذشتہ قریبی دور کے مشہور ادیب منشی پریم چند صاحب کی لفظوں میں سنئے وہ لکھتے ہیں:

''میدان جنگ آراستہ ہوگیا ہے، حضرت حسینؑ اپنے جاں نثار رفیقوں کو میدان جنگ سے لوٹ جانے کی تحریک کرتے ہیں۔ مجھے اس کا فخر ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے ایسے سعادت مند عزیز اور ایسے جاں نثار دوست عطا کئے آپ نے دوستی کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ حق کے سامنے آپ جان و مال کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اسلام کی تاریخ میں آپ کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔ میرا دل اس خیال سے پاش پاش ہوجاتا ہے کہ کل میرے باعث وہ لوگ جنھیں زندہ رہنا چاہئے شہید ہوجائیں گے۔ مجھے سچی خوشی ہوگی اگر تم لوگ میرے دل کا یہ بوجھ ہلکا کردو گے میں بڑی خوشی سے ہر ایک کو اجازت دیتا ہوں کہ اُسے فیصلہ کرنے کا کامل اختیار ہے۔ میرا کسی پر کوئی حق نہیں ہے۔ میں تم سے التماس کرتا ہوں کہ اسے قبول کرو یہ دیکھو میں یہ شمع بجھائے دیتا ہوں جس میں کسی کو حجاب نہ ہو۔ مگر ایک فرد بھی اس دوستانہ فہمائش سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔

بوڑھا زہیر بن قین ساصحابی کہتا ہے اگر مجھے اس کا یقین ہوجائے کہ میں آپ کی حمایت میں زندہ جلا دیا جاؤں گا اور پھر زندہ ہوکر جلایا جاؤں گا اور یہ عمل بہتر مرتبہ ہوتا رہے تو بھی میں آپ سے جدا نہیں ہوسکتا۔

یہ جوش حق تھا جس نے معرکۂ کربلا کو روحانی اہمیت دے رکھی تھی۔''

یہی اس رات کی مہلت لینے کا بڑا مقصد تھا کہ آپ خطرہ کے یقینی ہونے کے بعد اپنے ساتھیوں کو اپنی طبیعتوں کے تول لینے کا موقع دے دیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا شخص رہ جائے جو خطرہ کے ہنگامی ہونے کی وجہ سے مجبوراً آپ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوا ہو۔

آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ فریق مخالف کی فوج کو بھی اس ایک رات کا موقع غور وفکر اور حق و باطل کے موازنہ کے لئے دے دیں اور حسینؑ کی یہ کوشش رائگاں نہیں گئی بلکہ اس ذریعہ سے حسینؑ کے اصول کو وہ بڑی فتح حاصل ہوئی جو دنیا کی تاریخ میں یادگار رہے گی۔

آپ کو معلوم ہے کہ جتنے اسباب دل کے بڑھانے والے ہوتے ہیں وہ سب فوج مخالف میں موجود تھے کثرت وقوت راحت وآرام سلطنت کی پشت پناہی، کامیابی کا یقین، تنخواہ کا دباؤ اور مزید جائزہ وانعام کے توقعات اس کے برخلاف جتنے اسباب ہمت کو توڑ دینے والے ہوتے ہیں وہ حسینؑ کی طرف تھے۔ بے کسی اور بے بسی، قلت تعداد، رسد کا مفقود ہونا، پانی کی نایابی اور اس سب کے بعد تباہی کا یقین۔ پھر بھی آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا اور کوئی غلط روایت بھی ایسی نہیں ہے جو بتلاتی ہو کہ کوئی ایک شخص بھی ادھر کا اُدھر گیا ہو۔ یعنی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت امام حسینؑ کی طرف کا کوئی شخص ٹوٹ کر مخالف کی طرف چلا گیا ہو مگر اُدھر کا کم از کم ایک اور وہ بھی معمولی سپاہی نہیں بلکہ ایک ہزار سواروں کا افسر حر بن یزید ریاحی فوج عمر سعد سے جدا ہوکر حضرت امام حسینؑ کی طرف آگیا۔ یہ اسی ایک رات کی مہلت کا اثر تھا اس میں حر کے دل

ودماغ میں جنگ ہوتی رہی اور آخر حق نے فتح پائی اور باطل کو شکست ہوئی۔ یہ حسینی اصول کی وہ بے پناہ فتح تھی جو حسینؑ کی زندگی میں ابن زیاد اور اس کی تمام فوج کو نظر آئی اور یہ اسی ایک رات کی مہلت کا نتیجہ تھا۔

شب شہادت

(جو تقریر شب دہم محرم ا۷؍۱۳۷۱ھ ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر ہوئی)

ایک کہاوت بہت زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے کہ ''کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں'' اس کا مطلب خواہ کچھ بھی ہو مگر یہ بالکل صحیح بات ہے کہ کربلا کی دسویں محرم کا تاریخ میں جس طرح دن بہت بڑا ہے اسی طرح رات بھی۔

یوں تو ''رات'' کی لفظ کے ساتھ ہی دن کی بہ نسبت کچھ نہ کچھ اندھیرے کا تصور ہوتا ہی ہے مگر ۶۱ھ کی دسویں محرم کی رات کو حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔

اسے اندھیرا کہئے یا عالم انسانیت میں اندھیر کہ پیغمبر اسلامؐ کے کلمہ گو اور مسلمان ہونے کے دعوے دار خود پیغمبر اسلامؐ کے گھر کو برباد کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور رسولؐ خدا کے اس نواسے کو جسے آپ جان وروح سے زیادہ عزیز رکھتے ہوں تلواروں، تیروں اور نیزوں کا نشانہ بنانے کو ہمہ تن آمادہ ہو گئے تھے۔ آج مدینہ میں اندھیرا تھا اس لئے کہ رسولؐ خدا کے خاندان کا آخری چراغ آپ کی قبر سے جدا ہو کر آندھیوں کی زد پر تھا، مکہ میں اندھیرا تھا اس لئے کہ وارث کعبہ کو زندگی کے آخری حج کرنے کا موقع نہ مل سکا اور وہ حج کی تکمیل میں ایک دن باقی رہنے کی حالت میں ۹؍ذی الحجہ کو حج کا ارادہ ملتوی کر کے سفر غربت کے لئے مجبور ہو گئے تھے، کوفہ میں اندھیرا تھا اس لئے کہ وہ کوفہ جو علیؑ کا پایۂ تخت رہ چکا تھا آج فرزند علیؑ کے قتل کے لئے چھاؤنی بنا ہوا تھا اور کوفہ کی قابل جنگ آبادی پوری کربلا کی طرف انڈیل دی گئی تھی جس کی وجہ سے ایک حسینؑ اور ان کے بہتر ساتھیوں کے مقابلہ کے لئے کم از کم تیس ہزار کا لشکر اکٹھا ہو گیا تھا۔ شام کے اندھیر کو تو پوچھئے ہی نہیں کہ رسولؐ خدا کے تخت خلافت پر آج ان کے موروثی دشمنوں میں سے اس شخص کا قبضہ تھا جو کھلم کھلا شراب پیتا، نماز ترک کرتا اور جنسی تعلقات میں محرم اور نامحرم کی تفریق پر بھی عامل نہ تھا۔ یہی تو وہ ناقابل برداشت صورت حال تھی جس کے مقابلے کے لئے رسولؐ کی شریعت کے محافظ حسینؑ نے اپنی جان، مال، اولاد، ظاہری عزت، اور ہر قابل لحاظ چیز کو قربانی کے لئے پیش کر دیا اور یہ طے کر لیا تھا کہ سب کچھ جائے مگر میں یزید کو اپنے نانا پیغمبر اسلامؐ کا صحیح جانشین تسلیم نہیں کر سکتا۔

کربلا میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اگرچہ دسویں کو چاند نکلتا ہے مگر عرب کے پُر گرد وغبار ریگستان کا چاند بھی اندھیرے کی ایک نقاب اپنے چہرہ پر ڈال کر نکلتا ہے۔ جب چاند کا یہ عالم ہو تو تاروں کا پوچھنا ہی کیا۔ فوج شام کے دل ودماغ پر تاریکی چھائی ہوئی تھی اس لئے کہ وہ جان بوجھ کر پیغمبرؐ خدا کے بے گناہ فرزند کو قتل کرنے جا رہے تھے اور حسینی جماعت میں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی آنکھوں میں دنیا تاریک تھی کہ ان کے بیٹے، باپ اور بھائی بس ایک اشارے کے مہمان ہیں۔ بچوں کی آنکھوں کے سامنے پیاس کی شدت سے دھواں چھایا ہوا تھا اور رات کے سناٹے میں نہر فرات کے بہنے کی آواز، جو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بہت قریب سے آ رہی ہے ان کی پیاس میں مزید اضافہ کر رہی تھی حالانکہ وہ بہت نزدیک ہونے کے باوجود ان سے بہت دور تھی کیونکہ آج

پورے دو دن ہو چکے تھے کہ نہر پر فوجوں کا پہرہ لگ گیا تھا کہ حسینؑ اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں تک ایک قطرہ بھی پانی کا پہنچ نہ سکے۔

ان تمام تاریکیوں میں بس اگر کوئی شے بڑی روشن اور تابناک تھی تو وہ شہیدوں کا مستقبل اور حسینؑ کا چہرہ جو اس تمام ظاہری غم وحسرت ویاس وحرمان کے ہجوم میں بھی مطمئن نظر آرہا تھا بلکہ جس کی خاص صفت یہ تھی کہ جتنا وقت سخت ہوتا جاتا تھا اُتنا حسینؑ کا چہرہ اور دمکتا جاتا تھا۔

یہ زندگی کی رات حسینؑ نے مانگ کر بڑی مشکل سے حاصل کی تھی کیونکہ نویں تاریخ سہ پہر کو صلح کی گفتگو کا خاتمہ ہو گیا ابن زیاد حاکم کوفہ کے اس خط سے جو کربلا کی دشمن فوج کے سالار ابن سعد کے پاس آیا تھا کہ حسینؑ سے قطعاً کوئی صلح کی گفتگو نہ کی جائے بلکہ انھیں مجبور کیا جائے کہ یا بیعت یزید کریں یا لڑنا قبول کریں۔ حسینؑ کے نفس کی گہرائی، ضمیر کے استحکام اور عمل کے استقلال کو ابن سعد خوب جانتا تھا۔ اس لئے خط کو دیکھتے ہی اس نے کہہ دیا کہ واللہ انّ حسینا لا یبایع ان نفس ابیه بین جنبه ''بخدا حسین بیعت تو نہیں کریں گے۔ یقینا ان کے باپ کا دل ان کے سینہ کے اندر ہے۔'' اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یزید کی بیعت خود فوج یزیدی کے سالار کی نگاہ میں بھی ایسی ناقابل برداشت چیز تھی جسے حسینؑ کو کبھی گوارا نہیں کرنا چاہئے۔ اب یہ اس کے ضمیر کی کمزوری تھی کہ حسینؑ کو بے گناہ سمجھنے کے باوجود وہ جائزہ وانعام یا حکومت رے کی ہوس میں پھر بھی حسینؑ سے جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔

اس نے فوراً حکم دے دیا جس پر فوج دشمن نے حسینی جماعت پر یلغار کر دی۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی ابوالفضل العباس کو بھیج کر دریافت کرایا کہ اس اچانک حملہ کا کیا سبب ہے بتایا گیا کہ امیر ابن زیاد کا حکم آیا ہے کہ یا حسینؑ بیعت کریں یا قطعی طور پر جنگ کی جائے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد حضرت امام حسینؑ نے ایک شب کی مہلت طلب کی۔

یہ مہلت اس لئے نہ تھی کہ یزید کی بیعت کے مسئلہ پر غور کیا جائے کیونکہ یہ تو پہلے ہی سے طے شدہ امر تھا کہ یزید کی بیعت ممکن نہیں ہے بلکہ اس رات کی مہلت لینے سے آخری بار عبادت الٰہی کے ادا کرنے کے علاوہ یہ منظور تھا کہ ساتھیوں کو اس کا موقع دے دیں کہ جس کا دل چاہے آپ کے ساتھ رہے اور جس کا دل چاہے وہ چلا جائے۔

تاریخ عالم میں امام حسینؑ کے اس کردار کا جواب ملنا بہت دشوار ہے۔ عام طور پر سخت اور ناگوار ماحول میں انسان اپنے ساتھیوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کرتا ہے خصوصاً ایک مذہبی رہنما کی حیثیت سے بہت آسان تھا کہ امام نہایت ہولناک اور مؤثر الفاظ میں عذاب آخرت سے ڈرا کر اپنی جماعت کو اپنے ساتھ رہنے پر آمادہ کرتے جو بلا شبہ صحیح بھی ہوتا مگر یہاں یہ صورت اختیار نہیں کی گئی۔

حضرت امام حسینؑ نے اس رات اپنے اصحاب کو خاص طور پر جمع کر کے جو خطبہ پڑھا وہ تاریخوں میں بالکل متفقہ حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں بغیر خطیبانہ جوش وخروش اور واعظانہ تخویف وانذار کے بالکل سادہ الفاظ میں یہ کہا گیا تھا کہ دیکھو کل ہمارا اور اس جماعت کا فیصلہ کن دن ہے۔ انھیں مجھ سے مطلب ہے اور میرے سوا کسی سے انھیں سروکار نہیں ہے لہٰذا تم لوگ میرے ساتھ کیوں اس خطرہ میں مبتلا ہو۔ یہ رات کا پردہ پڑا ہوا ہے، راستے کھلے ہوئے ہیں اس پردۂ شب میں مجھ سے رخصت ہو کر چلے جاؤ۔

آپ نے مذہبی پابندیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بھی

فرما دیا کہ میں اپنی بیعت کی ذمہ داری تم پر سے ہٹائے لیتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے انھیں آخرت کے متعلق اطمینان دلایا کہ اگر میری اجازت سے فائدہ اٹھا کر تم جانا چاہو تو تمہیں کسی سزائے اخروی کا بھی اندیشہ نہ کرنا چاہئے۔

عموماً اہل مذہب پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ عبادات واعمال میں حور وقصور کے وعدہ اور جہنم کے خوف کا لحاظ کر کے کردار کی بے لوثی کو باقی نہیں رکھتے اور اس میں نفسانی خواہشوں کی شرکت ہوجاتی ہے۔ حسینؑ کربلا کے جہاد میں اپنے ساتھیوں میں سے ہر ایک کے عمل کو اس معیار بلندی پر دیکھنا چاہتے تھے جہاں سوائے حقانیت، سوائے للّٰہیت اور سوائے احساس فرض انسانیت کے کوئی بھی جذبہ یا دباؤ انھیں متاثر نہ بنا رہا ہو۔

امام حسینؑ نے انھیں جانے کی کھلی ہوئی اجازت دے دی مگر مجمع میں سے ایک فرد نے بھی اس زندگی امروزہ کا جو انھیں ''بغیر اندیشۂ فردا'' مل رہی تھی خیر مقدم نہیں کیا بلکہ اپنی زندگیاں پھر بالاختیار حسینؑ کے قدموں پر ڈال دیں۔ انھوں نے جو جواب دیئے ان میں سے ہر لفظ آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ وزنی ہوگئی اس لئے کہ اس میں خالص حریت ضمیر، آزادئ رائے اور خود ارادی فیصلہ کا جوہر کارفرما ہے۔ کسی نے کہا کہ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہؐ آپ کے بعد زندگی خود ایک عذاب ہے۔ کسی نے کہا ابھی میرے ہاتھ میں تلوار اور میرے پاس نیزہ موجود ہے اگر یہ ہتھیار نہ بھی رہیں تب بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ کسی نے کہا اگر قتل کیا جاؤں، مجھے جلا دیا جائے، میری خاک ہوا میں منتشر کردی جائے اور زندہ کئے جانے کے بعد پھر ایسا ہوا اور یہ ستر مرتبہ ہو تب بھی یہی تمنا رہے گی کہ پھر جان انہی قدموں پر نثار ہو۔

راحت واطمینان کے موقع پر رئیسوں کے دربار میں خوشامدی لوگ مبالغہ کی حد کرتے رہتے ہیں مگر ہنگام مصیبت وبلا میں خطرہ کے سر پر ہونے کی حالت میں ایک غریب الوطن مسافر کے سامنے جب اس طرح کی باتیں کہی جارہی ہوں تو ان میں سوائے خلوص کے اور جذبہ ہو ہی کیا سکتا ہے؟ اور اگر اس وقت کسی ناواقف شخص کو ان الفاظ کی صداقت میں شبہ محسوس ہو تو کچھ زیادہ انتظار کی ضرورت نہ ہوگی۔

اسی رات کے گذرنے کے بعد جو دن آئے گا وہ کربلا کے تختۂ خاکی پر بہتے ہوئے خون کی تحریر سے ان الفاظ کے عمل میں آنے کی تاریخ مرتب کرے گا اور پھر چند گھنٹوں کے بعد انہی باتیں کرنے والوں کے کٹے ہوئے سر نیزوں پر بلند ہوں گے اور اس وقت اگرچہ ان کی زبانیں خاموش دکھائی دیتی ہوں گی مگر دل سے سننے والوں کو ان کا یہ اعلان سنائی دے سکے گا کہ دیکھو جو ہم نے کہا تھا وہ کر دکھایا۔ اگر زندگی میں حسینؑ کے قدموں پر رہے تو لاشے ہمارے خاک کے اندر حسینؑ کی لاش کے قدموں کے پاس اور سر ہمارے نیزوں پر حسینؑ کے سر کے پیچھے ہی پیچھے ہیں اور اس کی قدردانی تھی جو حسینؑ کے آخری وارث امام عصرؑ نے ان کو مخاطب کر کے آواز دی: بِاَبِیْ اَنْتُمْ وَاُمِّیْ طِبْتُمْ وَطَابَتِ الْاَرْضُ الَّتِیْ فِیْهَا دُفِنْتُمْ وَفُزْتُمْ وَاللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ''میرے ماں باپ تم پر فدا اے مجاہدین کربلا تم بھی پاک ہوئے اور وہ زمین بھی پاک ہوگئی جس میں تم دفن ہوئے اور بخدا تم نے ایک عظیم کامیابی حاصل کی۔'' فَیَالَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَکُمْ فَاَفُوْزَ مَعَکُمْ ''کاش میں بھی تمہارے ساتھ ہوتا اور اس عظیم کامیابی میں شریک ہوتا''

ہمارے دل میں بھی نصرت حق کا یہی ولولہ ہونا چاہئے۔ آیئے ہم آپ مل کر کہیں: یَالَیْتَنَا کُنَّا مَعَکُمْ فَنَفُوْزَ فَوْزًا عظیماً۔